اکھاڑ کر لائی اور مکان پر لگا دیا اور خود اماں جان سے کہنے کو دوڑی گئی۔

اصغری یہ باتیں کہہ رہی تھیں اور مولوی صاحب کا چہرہ سرخ ہو ہو جاتا تھا۔ اِدھر تماشا خانم دانت پیس رہی تھی۔

مولوی صاحب نے کہا۔ تجھ کو نکال دینا کافی نہیں ہے تو بڑی بدذات عورت ہے۔ یہ کہکر اپنے خدمتگار کو آواز دی اور کہا۔ بہادر اس ناپاک کو کوتوالی میں لے جا اور رقعے میں اس کا سب حال ہم لکھے دیتے ہیں۔

اصغری نے مولوی صاحب سے کہا کہ بس یہ اپنی سزا کو پہنچ گئی۔ کوتوالی سے اسے معاف رکھئے۔

اور ماما کو اشارہ کیا کہ چلدے بلکہ دروازے تک ماما کے ساتھ گئی۔

غرض ماما عظمت اپنے کوتکوں کے پیچھے یہاں سے نکالی گئی۔ گھر پہنچی تو بیٹی بَلا کی طرح پیٹی۔ میں نہ کہتی تھی " اماں ایسی لوٹ تو مت مچاؤ سَو دن چور کے تو ایک دن شاہ کا ' ایسا نہ ہو کسی دن پکڑی جاؤ۔ تم کس کی مانتی تھیں۔ خوب ہوا ' جیسا کیا ویسا پایا۔ اب سسرال میں میرا نام بدنام کرو۔ جہاں تمہارا خدا لے جائے چلی جاؤ۔ میرے گھر میں تمہارا کام نہیں۔ زیور کو میں نے صبر کیا۔ تقدیر میں ہو گا تو پھر مل رہے گا۔

CH. 16

اس طور پر خدا خدا کر کے اصغری نے اپنے دشمن کو نکال پایا۔ اور گھر کو عذاب سے نجات دی۔

جب عظمت کا فیصلہ ہو گیا تو اصغری نے باپ کے پاس جانے کی پھر

اجازت چاہی اور راضی خوشی رخصت ہو ماں کے گھر آئی ایک ہفتہ برابر یہاں رہی اور جس جس بات میں باپ سے صلاح لینی تھی سب طے کیا۔

باپ نے پوچھا۔ عظمت نکل گئی؟

اصغری نے کہا۔ سب آپ کے طفیل سے بخیر انجام ہوا۔ نہ بڑے بھائی لاہور جاتے نہ ابا جان آتے نہ یہ برسوں کا حساب طے ہوتا۔ نہ عظمت نکلتی۔

خاں صاحب نے پوچھا۔ اب گھر کا انتظام کیونکر ہو گا؟

اصغری نے کہا۔ ماما کے نکلتے ہی میں ادھر چلی آئی۔ اب انتظام کیا مشکل ہے۔ اسی عظمت کی خرابی تھی۔ اب میں سب دیکھ بھال لوں گی۔

خاں صاحب نے پوچھا۔ اور کیا کیا باتیں تم نے گھر میں ایجاد کیں؟

اصغری نے کہا۔ ابھی میں نے کچھ دیکھا سُنا نہیں۔ شروع سے عظمت کا جھگڑا پیش آگیا۔ اب البتہ ارادہ ہے کہ ہر ایک بات کو سوچوں اور انتظام کروں اور انشاءاللہ تعالیٰ آپ کو خط کے ذریعہ سے اطلاع دیتی رہوں گی۔

خاں صاحب نے نکاح کے بعد سے اصغری کا دس روپے مہینہ مقرر کر دیا تھا۔

اصغری سے پوچھا کہ اگر تم کو خرچ کی تکلیف رہتی ہو تو میں کچھ روپیہ تم کو دیتا جاؤں؟

اصغری نے کہا ' وہی دس روپے میری ضرورت سے زیادہ ہیں بلکہ

آج تک کا روپیہ سب میرے پاس جمع ہے۔ زیادہ لیکر میں کیا کروں گی اور جب ضرورت ہو گی تو میں خود مانگ لوں گی۔

غرض باپ سے اصغری رخصت ہو آئی۔

سسرال میں آکر دیکھا کہ ساس چولھا [illegible] رہی ہیں۔ اصغری نے حیرت سے پوچھا کہ "ایں اب تک کوئی ماما نہیں رکھی گئی؟

ساس بولی۔ آنے کو تو کئی عورتیں آئیں پر تنخواہ سن کر ہمت نہیں پڑتی کہ کسی کو نوکر رکھئے۔ عظمت بُری تھی مگر آٹھ آنے مہینے پر پچیس[۲۵] برس تک اُس نے نوکری کی۔ اب جو ماما آتی ہے دو روپے اور کھانے سے کم کا نام نہیں لیتی۔ میں نے تمہارے آنے پر رکھا تھا۔

اصغری نے کہا۔ ماما تو ایک میری نظر میں بھی ہے لیکن تنخواہ وہ بھی زیادہ مانگتی ہے۔ کفایت نسا کی چھوٹی بہن دیانت نسا پکانا سینا سب جانتی ہے اور ایک دفعہ کفایت نسا نے کہا بھی تھا کہ "کوئی اچھا ٹھکانا ہو تو دیانت نسا نوکری کرنے کو موجود ہے۔

محمدؐ کامل کی ماں نے پوچھا۔ وہ کیا تنخواہ لے گی؟

اصغری نے کہا، وہ تو اپنے مُنہ سے تین[۳] روپیہ اور کھانا مانگتی ہے لیکن سمجھائے سے شاید دو روپے پر راضی ہو جائے۔

محمد کامل کی ماں نے کہا۔ دو روپیہ کھانا دینا ہو تو دروازہ پر بھوندو بھٹیارے کی بی بی چُنیا کی ماں منتیں کرتی ہے۔

اصغری نے کہا۔ چُنیا کی ماں کو تو میں چار آنے مہینہ پر بھی نہ رکھوں

محمد کامل کی ماں نے پوچھا۔ اے کیوں؟

اصغری بولی پاس کا رہنے والا آدمی بڑا۔ آنکھ بچی اور جو چیز چاہی گھر میں جا کر رکھ آئی اور جب گھر سے گھر ملا ہے تو ہر گھڑی چُنیا کی ماں اپنے گھر جائے گی اور شاید رات کو بھی اپنے گھر رہے۔

محمدؐ کامل کی ماں نے کہا۔ بخشو کی بیوی نے اپنی بیٹی زلفن کے واسطے مجھ سے کئی مرتبہ کہا ہے اور زلفن تو سید فیروز کے بنگلے میں رہتی ہے۔

اصغری نے پوچھا۔ وہی زلفن نا جو خوب بنی ٹھنی رہتی ہے۔

محمدؐ کامل کی ماں نے کہا ہاں بنی ٹھنی کیا رہتی ہے نئی بیاہی ہوئی ہے۔ کپڑے لتے کا ذرا شوق ہے۔

اصغری نے کہا۔ ایسا آدمی بھی نہیں رکھنا چاہیئے۔

محمدؐ کامل کی ماں نے کہا۔ خود زلفن کی ماں نوکری کرنے کو راضی ہے

اصغری نے کہا اُن کے ساتھ ایک دُم چھلا چھوٹی بیٹی کا لگا ہوا ہے وہ ایک دم ماں کو نہیں چھوڑتی۔ بس نام تو ایک آدمی کا ہو گا اور کھائینگے دو دو۔

محمدؐ کامل کی ماں نے کہا اور تو کوئی آدمی میرے خیال میں نہیں آتا۔

اصغری نے کہا۔ دیکھو اُسی دیانت نسا کو بلاؤں گی۔

محمدؐ کامل کی ماں نے کہا۔ اور تنخواہ کا کیا ہو گا؟

اصغری نے کہا۔ ایماندار آدمی تو کم تنخواہ پر ملنا محال ہے۔ ان لوگوں کو

دو کی جگہ تین دینے گوں ہیں لیکن عظمت ایسی کو آڑ دبکر گھر لٹوانا منظور نہیں۔ وہ کہاوت سچ ہے: "گراں بحکمت ارزاں بعلت"

اس وقت کا کھانا تو ساس بہوؤں نے مل کر پکا لیا۔ کھانے کے بعد اصغری محمودہ کو ساتھ لے کوٹھے پر چلی گئی۔ جب تک مولوی صاحب رہے۔ اصغری نے کوٹھے پر سے اترنا بہت کم کر دیا تھا۔ صرف صبح و شام نیچے اترتی تھی بلکہ محمودہ کو بھی منع کر دیا تھا کہ "ہر وقت نیچے مت جایا کرو۔" محمودہ تو لڑکی تھی۔ اُس نے پوچھا۔ بی بھابی جان کیوں؟

اصغری نے کہا۔ بڑوں کے سامنے ہر وقت نہیں چلنے پھرتے۔

کھانے کے بعد گھر کے حساب کتاب میں مولوی صاحب سے اور بی بی سے لڑائی ہونے لگی۔ بی بی کو شکایت تھی کہ "تم خرچ بہت تھوڑا دیتے ہو۔ یہاں شادی، بیاہ، برادری کا لینا دینا۔ آنا جانا۔ تیج تہوار سب مجھ کو کرنا پڑتا ہے۔ مولوی صاحب کہتے تھے کہ بیس روپیہ مہینہ تھوڑا نہیں ہے۔ تم کو انتظام کا سلیقہ نہیں۔ اسی سبب سے گھر میں بے برکتی رہتی ہے۔ اتنے میں مولوی صاحب نے محمودہ کو آواز دی۔ محمودہ آئی تو کہا "اپنی بھابی کو بُلا لاؤ۔"

اصغری نے طلب کی خبر سُنی تو حیران ہوئی کہ اس وقت کیوں بُلایا؟ محمودہ سے پوچھا۔ کیا ہو رہا ہے؟

محمودہ نے کہا لڑائی ہو رہی ہے۔

اصغری گئی تو مولوی صاحب نے کہا کیوں بیٹا! اب انتظام کون کرے؟

اصغری نے کہا امّاں جان کریں گی۔ جس طرح اب تک کرتی تھیں۔

مولوی صاحب نے کہا۔ ان کے انتظام کا نتیجہ تو دیکھ لیا۔ بیس روپے مہینہ جس گھر میں آتا ہو اُس گھر کی یہی صورت ہوتی ہے کہ نہ سلیقے کا کوئی برتن ہے نہ عزت کی کوئی چیز۔ اگر کسی وقت ایک چمچہ شربت درکار ہو تو خدا نے چاہا گھر بھر میں اس کا بھی سامان نہ نکلے گا۔

اصغری نے کہا۔ امّاں جان کا اس میں کیا قصور ہے؟ عظمت نامراد نے گھر کو خراب کیا۔

مولوی صاحب بولے۔ ان میں انتظام کی عقل ہوتی تو عظمت کی کیا طاقت تھی، عظمت نوکر تھی یا گھر کی مختار تھی؟

اصغری نے کہا۔ پچیس برس کا پُرانا آدمی جب لوٹنے پر کمر باندھے تو اُس کے فریب کو کون جان سکتا ہے۔ ایسے پُرانے آدمی پر تو شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔

مولوی صاحب بولے۔ تم کو آخر شبہ ہوا یا نہ ہوا؟

اصغری نے کہا۔ مجھ کو کیا شبہ ہوا؟ اسی کی شامت تھی کہ اس نے نالش کا ذکر مذکور چھیڑ کر سوتی ہوئی بھڑوں کو جگایا۔

اتنے میں ساس بولیں۔ پچاس بیس تم اپنے اکیلے دم کے واسطے تو

تیس روپے رکھو اور یہاں کنبے کے واسطے بیس روپے؟

مولوی صاحب نے کہا۔ گھر کا خرچ اور باہر کا خرچ کہیں برابر ہو سکتا ہے؟ تم نے تو مجھ کو اکیلا سمجھ لیا۔ اور خدمتگار۔ سواری، مکان، کپڑا، لتا؟

بیوی نے کہا۔ سواری اور مکان تو سرکار سے ملتا ہے۔

مولوی صاحب نے کہا۔ گھوڑا ملا، دانہ، گھاس تو مجھے اپنی ہی گرہ سے کھلانا پڑتا ہے۔ چار روپے کا سائیس اور مکان کی مرمت پھر سرکار دربار کے موافق حیثیت دینا لینا۔ ہزار بکھیڑے ہیں۔ نہیں معلوم میں کس طرح گزر کرتا ہوں۔

اصغری نے ساس کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ اماں جان بیس روپے میں تکرار کرنے سے کیا فائدہ؟ جتنا ملتا ہے ہزار شکر ہے۔ خدا ابا جان کی کمائی میں برکت دے۔ یہ بھی ہزاروں ہیں۔

ساس نے کہا۔ بیٹی! مجھ سے تو بیس میں گھر نہیں چلتا۔

اصغری نے اشارے سے ساس کو روکا اور مولوی صاحب سے کہا آپ چاہے دو روپے اور کم دیجئے لیکن جو کچھ دیجئے ماہ بماہ ملا کرے جب وقت پر پیسہ نہیں ہوتا تو قرض لینا پڑتا ہے اور قرض سے گھر کی رہی سہی برکت بھی اڑ جاتی ہے۔

مولوی صاحب نے کہا۔ ہندوستانی سرکاروں میں تنخواہوں کا

دستور قاعدہ بہت خراب ہے۔ کبھی چھٹے مہینے تقسیم ہوتی ہے کبھی برسویں دن ملتی ہے۔ اس سبب سے خرچ کا معمول نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہزاری مل سے میں کہہ جاؤں گا وہ مہینے کے مہینے تم کو بیس روپیہ دیدیا کرے گا۔

اصغری نے پوچھا کہ مہاجن بتا جائے گا تو وہ آپ سے سود مانگے گا؟

مولوی صاحب نے کہا نہیں سود کیا لے گا؟ ہماری سرکار میں بھی اس کا لین دین ہے، وہاں سے حکم آ جائے گا۔

اصغری نے کہا۔ تو اس کا مضائقہ نہیں۔

غرض بیس روپیہ تنخواہ ٹھہر گئی لیکن محمد کامل کی ماں کو ناگوار ہوا اور الگ جا کر اصغری سے گلہ کیا۔

اصغری نے کہا۔ گھر تو بیس میں انشاء اللہ میں چلا دوں گی۔ اس کی آپ کچھ فکر نہ کیجئے اور مولوی صاحب واقع میں تیس روپیہ سے کم میں اپنی حیثیت درست نہیں رکھ سکتے۔ مختاری کی نوکری میں اول تو اوپر سے آمدنی کی کوئی صورت نہیں اور جو ہو بھی تو مولوی صاحب کیوں لینے لگے بس گنی بوٹی، نپا شوربہ، مولوی صاحب خود تکلیف میں رہے۔ اور دو چار روپے گھر میں زیادہ بھی آئے تو مناسب نہیں۔

یہ سن کر ساس چپ ہو رہیں۔

اصغری نے دیانت النساء کو بلا بھیجا اور کہہ سن کر دو روپے اور کھانے پر راضی کر لیا اور جتا دیا کہ "دیانت النساء خبردار! کوئی بات ایسی نہ ہو کہ تمہارے

اعتبار میں فرق ڈالے۔ جس طرح تمھاری بڑی بہن ہمارے گھر رہتی ہے اسی طرح تم رہنا۔

دیانت نسا نے کہا بیوی! خدا اُس گھڑی کو موت دے کہ پرائے مال پر نظر کروں۔ ضرورت ہو تو تم سے مانگ کر کھا لوں۔ پر بے حکم نون نمک چکھنا حرام سمجھتی ہوں۔

CH. 17

عید کے اگلے دن مولوی صاحب تو لاہور سدھارے اور ضرورت کی سب چیزیں اصغری نے اکٹھی منگوا لیں اور آئندہ ہمیشہ فصل پرستی دیکھ کر اکٹھی چیزیں لے رکھتی تھی۔ مرچ، پیاز، دھنیا، اناج، دالیں، چاول، کھانڈ، لکڑی، اُپلے، آلو، اروی، شلجم، میتھی، سوئے کا ساگ ہر چیز وقت مناسب پر خرید کی جاتی۔

ماما ملا کر پانچ آدمی تھے۔ دونوں وقت میں تین پاؤ گوشت آتا تھا اس میں دیانت دو طرح کا کر لیتی تھی۔ کبھی آدھے میں ترکاری اور آدھا سادہ کبھی آدھے میں کباب۔ اور ایک وقت دن کو دال اور ساتویں دن پلاؤ۔ اور میٹھے چاولوں کا معمول تھا۔

گھر میں دو تین قسم کی چٹنی کوئی چاشنی دار کوئی عرق نعناع[1] کی کوئی سرکے کی، دو چار قسم کا مربہ بنا رکھا۔ ان کے علاوہ شربت انار۔ لیموں کی سکنجبین، شربت بنفشہ، شربت نیلوفر، شربت فالسہ کی ایک ایک بوتل

[1] نعناع بسرکہ ۱۲

بنائی۔

ہر طرح کا ضروری سامان گھر میں موجود رہا کرتا تھا۔ باوجود اس سامان کے پندرہ روپے سے زیادہ خرچ نہیں ہوتا تھا۔ پانچ روپے جو بچتے تھے اُس سے بڑے بڑے پنیرے اور دس سیرے دو پتیلے، ایک سینی کچھ چھوٹے چمچے۔ دو لوٹے، ایک عدد چار کے لوازم اس قسم کی چیزیں خرید ہوئیں۔ دو صندوق بنوائے گئے۔ دو الماریاں ایک باورچی خانے میں ایک اسباب کی کوٹھری میں بیٹھنے کے تخت پرانے تھے۔ وہ درست ہوئے۔ دو پلنگ تیار ہوئے۔ خلاصہ یہ کہ اصغری نے اس بیس روپے میں گھر کو وہ جِلا دی کہ ظاہر حال میں بڑی رونق معلوم ہوتی تھی ہر چیز میں کفایت اور ہر چیز میں انتظام کو دخل دیا۔

عظمت کے وقتوں میں ہمیشہ محمودہ کے واسطے تین چار پیسے روز کا سودا بازار سے آتا تھا۔ اس واسطے کہ کبھی دسترخوان میں ایک ٹکڑا نہیں بچا۔ اب دونوں وقت دو چار روٹیاں دسترخوان میں رہنے لگیں کبھی بھنتے میں سے دو بوٹیاں محمودہ کے لیے نکال رکھیں۔ کبھی ایک چٹکی کھانڈ نکال دی۔ کبھی مربہ کی ایک پھانک دے دی۔ روز کا سودا موقوف ہوا۔ کسی دن کبھی کبھار جو محمودہ کا جی چاہا تو کچھ منگوا لیا۔

اس گھر سے فقیر کو عمر بھر ایک چٹکی آٹا یا آدھی روٹی نہیں ملی تھی۔ اب دونوں وقت دو روٹیاں فقیروں کو بھی دی جاتی تھیں۔ گھ میں

جو کچھ اسباب تھا مجب بد سلیقگی سے ساگ مولی کی طرح پڑا رہتا تھا اب ہر ایک چیز ٹھکانے لگی کپڑوں کی گٹھڑیاں ہیں تو کپڑے اچھی طرح تہ کئے ہوئے ترتیب سے بندھے ہیں۔ اناج پانی کی کوٹھری میں ہر ایک شے احتیاط سے ڈھکی ہوئی ہے۔ برتن صاف ستھرے اپنی جگہ رکھے ہیں چینی کے الگ تانبے کے الگ۔ گویا گھر ایک کل تھی جس کے کیل پرزے سب درست اور اُس کل کی کنجی اصغری کے ہاتھ میں تھی جب کوک دیا کل اپنے معمول سے چلنے لگی۔

رفتہ رفتہ دو دو چار چار روپے پس انداز ہونے لگے اور اصغری اس کو بطور امانت علیحدہ جمع کرتی گئی۔ جب سے اصغری نے گھر کا اہتمام اپنے ہاتھ میں لیا۔ قرض کا لینا قسم ہو گیا۔ بھول کر بھی دمڑی چھدام تک کی چیز بازار سے ادھار نہ آئی۔

اصغری گھر کا سب حساب ایک کتاب پر لکھا کرتی تھی۔ جب کوئی چیز ہو چکنے پر آئی اور دیانت نسا نے اطلاع کی کہ "بیوی گھی دو دن کا اور ہے" اصغری نے اپنی کتاب نکال کر دیکھی کہ کس تاریخ کو کتنا گھی آیا تھا اور کتنے روز کے حساب سے خرچ ہوا۔ اگر بے حساب ہوا تو دیانت نسا سے باز پرس کی۔

مجال نہ تھی کہ کسی چیز میں فضول خرچی ہو اور بے حساب اُٹھ جائے، پسائی والی کی پسائیاں اور دھوبن کی دُھلائیاں تک اصغری کی کتاب

میں لکھی جاتی تھیں۔

CH. 18

جب ہر ایک چیز کا معمول بندھ گیا اور انتظام بیٹھ گیا۔ اصغری دوسرے کاموں کی طرف متوجہ ہوئی۔ محمد کامل پڑھتا لکھتا تو تھا لیکن اس بے تدبیری اور بدشوقی سے جس طرح آزاد خود مختار لڑکے پڑھا کرتے ہیں۔ باپ تو باہر رہتے تھے۔ محمد عاقل گو بڑا بھائی تھا لیکن دونوں بھائیوں میں صرف اڑھائی برس کی بڑائی چھٹائی تھی۔ محمد کامل پر اُس کا دباؤ کم تھا۔ صبح و شام سبق بھی پڑھتا تھا اور ہمعمر لڑکوں میں گنجیفہ، شطرنج، چوسر بھی کھیلا کرتا تھا۔ بعض مرتبہ کھیل میں مصروف ہوتا تھا تو پہر پہر رات گئے گھر آتا اصغری کو یہ حال تو معلوم تھا لیکن موقع ڈھونڈتی تھی کہ ایسے ڈھب سے کہنا چاہئے کہ ناگوار نہ ہو۔

ایک روز بہت رات گئے محمد کامل آیا اور شاید بازی جیت کر آیا تھا۔ خوش تھا۔ آتے کے ساتھ ہی کھانا مانگا۔ دیانت نسا سالن گرم کرنے دوڑی گئی۔ محمد کامل سمجھا ابھی پکا رہی ہے۔ پوچھا "ماما! ابھی تک تمھاری ہنڈیا چولھے سے نہیں اُتری۔

اصغری نے کہا۔ کئی دفعہ اُتر کر چڑھ چکی ہے۔ ایسے ناوقت تم کھانا کھاتے ہو کہ کھانا ٹھنڈا ہو کر مٹی ہو جاتا ہے۔ یا تو ایسا بندوبست کرو کہ سویرے کھا جایا کرو یا کھانا باہر منگوا لیا کرو۔ ادھر تمھارے انتظار میں اماں جان کو ہر روز تکلیف ہوتی ہے۔

محمد کامل نے کہا۔ ایں تم لوگ میرے منتظر رہتے ہو؟ میں تو جانتا تھا تم کھا لیا کرتی ہوگی۔

اصغری نے کہا۔ مَردوں کے ہوتے عورتوں کو کھانا ٹھونس بیٹھنا کون ضرورت ہے؟

محمد کامل نے کہا۔ دو چار روز کی بات ہو تو گزر سکتی ہے۔ اس میں ضد کی کیا بات ہے؟ تم لوگ کھانا کھا لیا کرو۔

اصغری اُس وقت تو چپ ہو رہی۔ دوسرے پر خود محمد کامل نے چھیڑ کر اسی بات کو کہا۔

اصغری نے کہا تعجب کی بات ہے تم اپنے معمول کے خلاف نہیں کر سکتے اور ہم لوگوں سے چاہتے ہو کہ ہم اپنے معمول کے خلاف کریں۔ نہیں سویرے چلے آیا کرو۔

محمد کامل نے کہا۔ کھانے کے بعد باہر نکلنے کو جی نہیں چاہتا اور مجھ کو نیند دیر کر آتی ہے۔ گھر میں بے شغل پڑے پڑے جی گھبراتا ہے۔ اس واسطے میں قصداً دیر کر کے آتا ہوں کہ کھانے کے بعد سو رہوں۔

اصغری نے کہا شغل تو اپنے اختیار میں ہے۔ آدمی وقت کا انتظام کرے تو ہزاروں کام ہیں۔ ایک پڑھنے کا شغل کیا کم ہے؟ میں اپنے بڑے بھائی کو دیکھا کرتی تھی کہ آدھی رات تک کتاب دیکھتے اور جس دن اتفاق سے سو جاتے تو بڑا افسوس کیا کرتے تھے۔ تم پڑھنے میں کم محنت کرتے ہو

اسی واسطے بے شغلی سے تمہارا جی گھبراتا ہے۔

محمد کامل نے کہا اور کیا محنت کروں؟ دونوں وقت سبق پڑھ لیتا ہوں۔ یاد کر لیتا ہوں۔

اصغری نے کہا۔ نہیں معلوم تم کیسا پڑھنا پڑھتے ہو؟ جس دن عظمت کا حساب کتاب ہوتا تھا۔ ابا جان تم سے حساب پوچھتے تھے اور تم بتا نہیں سکتے تھے۔ مجھ کو شرم آتی تھی۔

محمد کامل نے کہا۔ حساب دوسرا فن ہے۔ میں عربی پڑھتا ہوں۔ اس سے اور حساب سے کیا واسطہ؟

اصغری نے کہا۔ پڑھنا لکھنا اسی واسطے ہوتا ہے کہ دُنیا کا کوئی کام اٹکا نہ رہے۔ بڑے بھائی عربی فارسی بہت پڑھ گئے ہیں لیکن نوکری نہیں ملتی۔ ابا کہا کرتے ہیں کہ "حساب کتاب اور کچہری کا کام جب تک نہ سیکھو گے نوکری کا خیال مت کرو۔ اب مآل اندیش مدرسے میں پڑھتا ہے اور حساب و کتاب میں بڑے بھائی سے زیادہ ہوشیار ہے۔ ابا اس سے بہت خوش ہیں اور کہا کرتے ہیں۔ دو برس مدرسے میں اور پڑھو پھر تم کو کہیں نوکر کرا دوں گا۔

محمد کامل نے کہا۔ مدرسے میں کم عمر آدمی کو داخل کرتے ہیں میری عمر زیادہ ہے۔

اصغری نے کہا۔ مدرسے میں داخل ہونے پر کیا منحصر ہے یوں

شہر میں کیا سکھانے والے نہیں ہیں۔ جتنا وقت تم کھیل میں ضائع کرتے ہو اسی میں صرف کیا کرو۔

محمد کامل نے کہا۔ کھیل کیا میں دن رات کھیلتا ہوں۔ کبھی گھڑی دو گھڑی کو بیٹھ گیا۔

اصغری نے کہا۔ کھیلنا افیون کی سی عادت ہے تھوڑے سے شروع ہو کر بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ لت پڑ جاتی ہے اور پھر چھوٹنا مشکل ہوتا ہے۔ اوّل تو یہ کھیل گناہ ہیں۔ دوسرے آدمی کو دوسرے کمال حاصل کرنے سے روکتے ہیں۔ کام کاج کے آدمی کبھی نہیں کھیلتے۔ نکمّے لوگ البتہ اسی طرح دن کاٹتے ہیں۔ ان کھیلوں میں جیسا بازی جیتنے سے جی خوش ہوتا ہے ویسا ہی ہارنے سے رنج بھی ہوتا ہے اور جس طرح وہ خوشی بے اصل ہوتی ہے یہ رنج بھی ناحق کا ہوتا ہے اور اکثر کھیلتے کھیلتے آپس میں مفت کی تکرار ہو جاتی ہے۔ میری صلاح مانو تو ان کھیلوں کو بالکل موقوف کرو۔ لوگ تمھارے مُنھ پر تو کچھ نہیں کہتے لیکن پیچھے ہنستے ہیں۔ پرسوں کی بات ہے کہ تم کو کوئی مُردُو ابلانے آیا تھا۔ ماما نے اندر سے جواب دیا کہ "باہر سدھار گئے ہیں۔" اُس مُردوے نے اپنے ساتھ والے سے کہا۔ میاں ماسٹر حسینی کے مکان پر چلو، وہاں شطرنج کے جگھٹے میں ملیں گے۔

آبا جان کا شہر میں بڑا نام ہے۔ لوگ اُن کے معتقد ہیں۔ ایسی جگہ جانے سے نام بد ہوتا ہے اور میں نے آبا جان کو افسوس کرتے سُنا کہ

ہائے ہماری تقدیر دو لڑکوں میں کوئی بھی ایسا نہ ہوا کہ اس کو دیکھ کر جی خوش ہوتا۔ عاقل کو کچھ لکھایا پڑھایا تھا۔ اب وہ بھی اپنی نوکری کے پیچھے ایسا پڑا ہے کہ لکھا پڑھا بھول گیا۔ یہ چھوٹے صاحب ہیں ان کو کھیل کود سے فرصت نہیں بلکہ ہمارے آبا جان کو بھی کسی نے اس کی خبر کر دی۔ مجھ سے پوچھتے تھے۔ میں نے کہا "سب جھوٹ ہے اگر ایسی بات ہوتی تو مجھ کو ضرور معلوم ہوتا۔"

اصغری کی نصیحت نے محمد کامل پر بہت عمدہ اثر کیا اور اُس نے کھیلنا بالکل چھوڑ دیا اور پہلے کی نسبت عربی پر بھی زیادہ محنت کرنے لگا اور ایک مدرّس سے مدرسے کے باہر حساب کتاب وغیرہ بھی سیکھنا شروع کر دیا۔ "خدا نے وقت میں بڑی برکت دی ہے۔" اس کو انتظام کے ساتھ صرف کرنے سے چند روز میں محمد کامل کی استعداد عربی میں درست ہو گئی اور حساب ریاضی کی بھی کئی کتابیں نکل گئیں۔

CH. 19

محمد کامل تو اِدھر مصروف رہا۔ اصغری نے اسی عرصہ میں ایک اور کارخانہ جاری کیا۔

اس محلّے میں حکیم روح اللہ خاں بڑے نامی گرامی آدمی تھے حکیم صاحب خود تو سرکار مہاراجہ پٹیالہ میں دیوان تھے لیکن گھر بار لڑکے بچے سب اس محلّے میں تھے۔ مکان۔ محلات۔ نوکر چاکر۔ بڑا کارخانہ تھا۔ اور یہ گھر شہر کے اونچے گھروں میں گِنا جاتا تھا۔ اونچی جگہ رشتے ناتے اونچے

لوگوں سے راہ و رسم۔

حکیم صاحب کے چھوٹے بھائی فتح اللہ خاں بہت مدت تک والیِ اندور کی سرکار میں مختارِکل رہے اور جب اس سرکار میں منشی عمّو خاں کو بڑا دخل ہوا۔ مصلحت وقت سمجھ کر کنارہ کش ہو گئے لیکن لاکھوں روپیہ گھر میں تھا۔ نوکری کی کچھ پروا نہ تھی۔ ہزاروں روپے کی املاک شہر میں خرید کر لی تھی۔ سیکڑوں روپیہ ماہواری کرایہ کا چلا آتا تھا۔ بڑی شان سے رہتے تھے۔ ڈیوڑھی پر سپاہیوں کا گارد اندر باہر تین[3] چالیس[4] آدمی نوکر، گھوڑا، ہاتھی، پالکی، بگھی، سواری، کو موجود۔

فتح اللہ خاں کی دو[2] بیٹیاں تھیں۔ جمال آرا اور حُسن آرا۔

جمال آرا نواب اسفندیار خاں کے بیٹے سے بیاہی گئی تھی لیکن ایسی ناموافقت ہوئی کہ آخر کار قطع تعلق ہو گیا۔ کچھ خدانخواستہ طلاق نہیں ہوئی تھی لیکن کسی طرح کا واسطہ بھی نہیں باقی رہا تھا۔ جہیز کا اسباب تک پھر آیا تھا۔

حُسن آرا کی نسبت نواب جھجر کے خاندان میں ہوئی تھی۔

ان لڑکیوں کی خالہ شاہ زمانی بیگم اس محلّے میں رہتی تھیں جس میں اصغری کا میکا تھا۔ اُس محلّے میں تو اصغری کی لیاقت کا شور تھا شاہ زمانی بیگم بھی اصغری کے حال سے خوب واقف تھیں۔ شادی بیاہ میں کئی مرتبہ اس کو دیکھا تھا۔

شاہ زمانی بیگم اپنی چھوٹی بہن حسن آرا کی ماں سے ملنے کیلئے آئیں!

دنیا کا دستور ہے کہ کوئی فرد بشر رنج سے خالی نہیں اور یہ امر کچھ منجانب اللہ ہے۔ اگر ہر طرف سے خوشی ہو تو انسان خدا کو بھول کر یاد نہ کرے اور نہ اپنے تئیں بندہ سمجھے۔

شاہ زمانی کی چھوٹی بہن سلطانہ بیگم کو دُنیا کے سب عیش میسر تھے لیکن لڑکیوں کی طرف سے رنجیدہ خاطر رہا کرتی تھیں۔ اُدھر جمال آرا بیاہ برات ہو ہوا کر گھر بیٹھی تھی۔ اِدھر حُسن آرا کے مزاج کی اُفتاد ایسی بُری پڑی تھی کہ اپنے ہی گھر میں سب سے بگاڑ تھا نہ ماں کا ادب، نہ آپا کا لحاظ، نہ باپ کا ڈر، نہ بھائیوں سے ملاپ، نوکر ہیں کہ آپ نالاں ہیں۔ لونڈیاں ہیں کہ الگ پناہ مانگتی ہیں۔ غرض حسن آرا سارے گھر کو سر پر اُٹھائے رہتی تھی۔

شاہ زمانی بیگم کے آنے سے چاہیئے تھا کہ بڑی خالہ سمجھ کر حُسن آرا گھڑی دو گھڑی کو چپ ہو کر بیٹھ جاتی، کیا ذکر۔ شاہ زمانی بیگم کو پالکی سے اُترتے دیر نہ ہوئی تھی کہ لگاتار دو[2] تین[3] فریادیں آئیں۔

نرگس روتی ہوئی آئی کہ بیگم صاحب دیکھئے چھوٹی صاحبزادی نے اس زور سے پتھر مارا کہ میری آنکھ پھوٹتے پھوٹتے بچ گئی۔

سوسن نے آ فریاد کی کہ بیگم صاحب چھوٹی صاحب نے مجھ سے کہا دیکھوں سوسن تیری زبان۔ جوں ہی میں نے دکھانے کو زبان نکالی، نیچے سے ٹھوڑی میں ایسا ٹھکا مارا کہ سارے دانت زبان میں بیٹھ گئے۔

گلاب بلبلا اٹھی کہ ہائے میرا کان خونا خون ہو گیا۔

دائی چلائی کہ دیکھئے میری لڑکی کمبخت کے ایسے زور سے لکڑی ماری کہ بازو میں بدھی پڑ گئی۔

باورچی خانہ سے ماما نے دہائی دی کہ اچھی کوئی ان کو سمجھاتا، سالن کی پتیلیوں میں مٹھیاں بھر بھر کر راکھ جھونک رہی ہیں۔

شاہ زمانی بیگم نے آواز دی کہ حسنی یہاں آؤ۔

خالہ کی آواز پہچان، بارے حسن آرا چلی تو آئی نہ سلام نہ دعا، ہاتھوں میں راکھ پاؤں میں کیچڑ، اسی حالت میں دوڑ خالہ سے لپٹ گئی۔

خالہ نے کہا۔ حسنی تم بہت شوخی کرنے لگی ہو؟

حسن آرا نے کہا۔ اس سنبل چڑیل نے فریاد کی ہوگی؟

یہ کہہ کر خالہ کی گود سے نکل لپک کر سنبل کے بال کھسوٹ لیے بیچاری بے قصور۔ بہتیرا خالہ "ایں ایں" کرتی رہیں "ایک نہ سنی"۔

تب تو شاہ زمانی بیگم اپنی بہن کی طرف مخاطب ہو کر بولی۔ بوا سلطانہ! اس لڑکی کے لیے تو خدا کے لیے کوئی اُستانی رکھو۔

سلطانہ بیگم نے کہا۔ باجی امّاں کیا کروں۔ مہینوں سے اُستانی کی تلاش میں ہوں۔ کہیں نہیں ملتی۔

شاہ زمانی بیگم بولی۔ اوئی بوا! تمھاری بھی وہ کہاوت ہوئی۔ (ڈھنڈورا شہر میں لڑکا بغل میں)

خود تمھارے محلّے میں مولوی محمد فاضل کی چھوٹی بہو لاکھ اُستانیوں کی ایک استانی ہے۔

سلطانہ نے کہا۔ مجھ کو آج تک اطلاع نہیں، دیکھو میں ابھی آدمی بھیجتی ہوں۔

یہ کہہ کر اپنے گھر کی داروغہ کو بُلایا۔ کہ مانی جی کوئی مولوی صاحب اس محلّے میں رہتے ہیں"۔ باجی امّاں کہتی ہیں۔ اُن کی چھوٹی بہو بہت پڑھی لکھی ہیں"۔ دیکھو اگر اُستانی گری کی نوکری کریں تو اُن کو بلا لاؤ۔ کھانا کپڑا اور دس روپے مہینہ، پان زردہ کا خرچ ہم دینے کو حاضر ہیں اور جب لڑکی پہلا سپارہ ختم کرے گی اور ادب قاعدہ سیکھ جائے گی تو تنخواہ کے علاوہ بھی ہم اُستانی جی کو خوش کر دیں گے۔

مانی جی مولوی صاحب کے گھر آئیں۔ محمد کامل کی ماں سے صاحب سلامت ہوئی اور پوچھا۔ اچھی بی! مولوی صاحب کی بیوی تمھیں ہو؟

دیانت نسا نے کہا۔ ہاں یہی ہیں۔ آؤ بیٹھو۔ کہاں سے آئیں؟

مانی جی نے کہا۔ تمھاری چھوٹی بہو کہاں ہیں؟

محمد کامل کی ماں نے کہا۔ کوٹھے پر ہیں۔

مانی جی نے پوچھا۔ میں اُن کے پاس اوپر جاؤں؟

دیانت نسا نے کہا۔ آپ اپنا پتہ نشان بتائیے۔ بہو صاحب یہیں آجائیں گی۔

ماں جی نے کہا۔ میں حکیم صاحب کے گھر سے آئی ہوں۔

محمد کامل کی ماں نے نام بنام سب چھوٹے بڑوں کی خیر و عافیت پوچھی اور ماں جی سے کہا۔ تیز دار ہوے کیا کام ہے؟

ماں جی نے کہا۔ وہی آئیں تو کہوں۔

تیز دار کے نیچے اُترنے کا وقت بھی آگیا تھا کیونکہ عصر کی نماز پڑھ کر اصغری نیچے اُترتی تھی اور مغرب اور عشا کی دونوں نمازیں نیچے پڑھا کرتی تھی۔

اصغری کو ماں جی نے دیکھا تو اُستانی گری کی نوکری کے واسطے کہتے ہوئے تامل کیا۔ باتوں ہی باتوں میں یہ کہا کہ بیگم صاحب کو اپنی چھوٹی لڑکی کا تعلیم کرانا منظور ہے۔ بڑی بیگم صاحب نے آپ کا ذکر کیا تو بیگم صاحب نے مجھ کو بھیجا۔

اصغری نے کہا۔ دونوں بیگم صاحب کو میری طرف سے بہت بہت سلام کہنا اور یہ کہنا کہ جو کچھ بُرا بھلا مجھ کو آتا ہے۔ مجھ کو کسی سے عذر نہیں۔ اسی واسطے انسان پڑھتا لکھتا ہے کہ دوسرے کو فائدہ پہنچائے اور بڑی بیگم صاحب کو معلوم ہوگا کہ میں اپنے میکے میں کتنی لڑکیوں کو پڑھاتی تھی اور میرا جی بہت چاہتا ہے کہ بیگم صاحب کی لڑکی کو پڑھاؤں لیکن کیا کروں۔ نہ تو بیگم صاحب لڑکی کو یہاں بھیجیں گی اور نہ میرا جانا ہو سکتا ہے۔

ماں جی نے تنخواہ کا نام صاف تو نہ لیا لیکن دبی زبان سے کہا کہ بیگم صاحب ہر طرح سے خرچ پات کی بھی ذمہ داری کرنے کو موجود ہیں،

اصغری نے کہا یہ سب اُن کی مہربانی ہے اُن کی ریاست کو یہی بات زیبا ہے۔ لیکن اُن کے زیر سایہ ہم غریب بھی پڑے ہیں تو خدا ننگا بھوکا نہیں رکھتا۔ بن داموں کی لونڈی بن کر تو خدمت کرنے کو میں حاضر ہوں اور اگر تنخواہ دار اُستانی درکار ہو تو شہر میں بہت ملیں گی۔

اس کے بعد ماں جی نے اصغری کا حال پوچھا اور جب سُنا کہ یہ تحصیلدار کی بیٹی ہے اور مولوی محمد فاضل صاحب بھی پچاس روپیہ ماہواری کے نوکر ہیں تو ماں کو ندامت ہوئی کہ نوکری کا اشارہ ناحق کیا لیکن اصغری کی گفتگو سُن کر ماں لٹو ہو گئی۔ ہرچند نوابی کارخانے دیکھے ہوئے تھی مگر اصغری کی شستہ تقریر سُن کر دنگ ہو گئی اور معذرت کی کہ بی مجھ کو معاف کرنا

اصغری نے کہا۔ کیوں تم مجھ کو کانٹوں میں گھسیٹتی ہو۔ اوّل تو نوکری کچھ عیب نہیں۔ گناہ نہیں اور پھر ناواقفیت کے سبب اگر تم نے پوچھا تو کیا مضائقہ؟

غرض ماں جی رخصت ہوئیں اور وہاں جا کر کہا کہ بیگم صاحب اُستانی تو واقع میں لاکھ اُستانیوں کی ایک اُستانی ہے جس کی صورت دیکھنے سے آدمی بن جائے۔ پاس بیٹھنے سے انسانیت حاصل کرے سایہ پڑ جانے سے سلیقہ سیکھے، ہوا لگ جانے سے ادب پکڑے لیکن

نوکری کرنے والی نہیں تحصیلدار کی بیٹی ہے۔ رئیس لاہور کے مختار کی بہو۔ گھر میں ماما نوکر ہے۔ دالان میں چاندنی بچھی ہے۔ سوزنی گاؤ تکیہ لگا ہے، اچھی خوش گزران زندگی بھلا اُن کو نوکری کی کیا پروا ہے؟

شاہ زمانی بیگم بولیں۔ سچ ہے۔ بوا سلطانہ۔ تم نے مانی جی کو بھیجا تو تھا لیکن مجھ کو یقین نہ تھا کہ وہ نوکری کریں گی۔

مانی جی نے کہا۔ لیکن وہ تو ایسی اچھی آدمی ہیں کہ مفت پڑھانے کو خوشی سے راضی ہیں۔

سلطانہ نے پوچھا کہ یہاں آکر؟

مانی جی نے کہا۔ بھلا بیگم صاحب جو نوکری کی پروا نہیں رکھتا وہ یہاں کیوں آنے لگا؟

سلطانہ نے کہا کہ کیا پھر لڑکی وہاں جایا کرے گی؟

شاہ زمانی نے کہا اس میں کیا قباحت ہے؟ دو قدم پر تو گھر ہے اور مولوی صاحب کو کیا تم نے ایسا بے عزت سمجھا۔ بھائی علی نقی خاں کی سگی پھوپی زاد بہن کے بیٹے ہیں۔

سلطانہ نے کہا۔ آپا! پھر تو ایک حساب سے ہماری برادری ہیں؟

شاہ زمانی نے کہا۔ لو، خدا نہ کرے، کچھ ایسے ویسے ہیں۔ پہلے اُن کا کام خوب بنا ہوا تھا۔ جب سے رئیس بگڑا بیچارے غریب ہو گئے ہیں، پھر بھی ماما ہمیشہ رہی۔ ڈیوڑھی پر بھی ایک دو آدمی رہتے ہیں۔

CH. 20

سلطانہ نے کہا۔ خیر حسن آرا وہیں چلی جایا کرے گی۔

اگلے دن شاہ زمانی بیگم اور سلطانہ بیگم دونوں بہنیں حسن آرا کو لیکر اصغری کے یہاں آئیں۔ باوجودیکہ اصغری کے یہاں غریبی سامان تھا لیکن اُس کے انتظام اور سلیقہ کے سبب بیگموں کی وہ مدارات ہوئی کہ ہر طرح کی چیز وہیں بیٹھے بیٹھے موجود ہو گئی۔ دو چار طرح کا عطر، چوگھڑا، الائچی، چکنی ڈلی، چار بات کی بات میں سب موجود ہو گیا۔ خوب خوب مزے کی گلوریاں تیار ہو گئیں۔

دونوں بہنوں نے اصغری سے کہا کہ مہربانی کر کے اس کو دل سے پڑھا دیجئے۔

اصغری نے کہا۔ اوّل تو خود مجھ کو کیا آتا ہے مگر جو دو چار حرف بزرگوں کی عنایت سے آتے ہیں انشاء اللہ تعالیٰ اُن کے بتانے میں اپنے مقدور بھر دریغ نہ کروں گی۔

چلتے ہوئے سلطانہ بیگم ایک اشرفی اصغری کو دینے لگیں۔

اصغری نے کہا۔ اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ بھلا یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں پڑھوائی آپ سے لوں۔

سلطانہ نے کہا۔ استغفر اللہ پڑھوائی دینے کے واسطے ہمارا کیا منھ ہے بسم اللہ کی مٹھائی ہے۔

اصغری نے کہا۔ شروع میں تبرک کے واسطے مٹھائی بانٹ دیا کرتے ہیں

سوا اشرفی کیا ہوگی؟ بچوں کا منہ میٹھا کرنے کو سیر آدھ سیر مٹھائی کافی ہے یہ کہہ کر دیانت کی طرف اشارہ کیا وہ کوٹھری میں سے ایک قاب بھر کر نکتیاں نکال لائی۔

اصغری نے خود فاتحہ پڑھ کر پہلے حسن آرا کو دی اور بھری قاب دیانت کو اٹھا دی کہ سب بچوں کو بانٹ دو۔

سلطانہ نے کہا۔ اچھا تم نے مجھ کو شرمندہ کیا؟

اصغری نے کہا۔ ہم بیچارے غریب کس لائق ہیں لیکن یہاں جو کچھ ہے وہ بھی آپ ہی کا ہے۔ البتہ میرا دینا یہی ہے کہ حسن آرا بیگم کو پڑھا دوں سو خدا وہ دن کرے کہ میں آپ سے سرخرو ہوں۔

غرض دنیا سازی کی باتیں ہو ہوا کر شاہ زمانی بیگم اور سلطانہ بیگم چلی گئیں اور حسن آرا کو اصغری کے حوالے کر گئیں۔

اصغری نے جس طرز پر حسن آرا کو تعلیم کیا اس کی ایک جدا کتاب بنائی جائے گی۔ اگر یہاں وہ سب حال لکھا جاتا تو یہ کتاب بہت بڑھ جاتی اس مقام پر اتنا مطلب ہے کہ حسن آرا کے بیٹھتے ہی محلہ کا محلہ ٹوٹ پڑا جس کو دیکھو اپنی لڑکی کو لئے چلا آتا ہے لیکن اصغری نے شریف زادیوں کو چن لیا اور باقیوں کو حکمت عملی سے ٹال دیا کہ میں آٹے دن اپنی ماں کے گھر جاتی رہتی ہوں۔ پڑھنا پڑھانا جب تک جم کر نہ ہو بیفائدہ ہے پھر بھی بیس لڑکیاں منجھی تھیں لیکن اصغری کو ہر کسی لڑکی سے لینے لوانے کی قسم تھی

بلکہ ایک دو روپیہ اس کا اپنا لڑکیوں پر خرچ ہو جاتا تھا۔

صبح سے دوپہر تک پڑھنا ہوتا تھا اور پھر کھانے کے واسطے چار گھڑی کی چھٹی۔ اس کے بعد لکھنا اور پہر دن رہے۔ سینا سینے کا کام گنجائشی تھا۔ اس واسطے کہ نہ صرف سینا سکھایا جاتا تھا بلکہ ہر طرح کی جالی کا کاڑھنا ہر ایک طرح کی سلائی ہر ایک طرح کی قطع، مصالح بنانا اور ٹانکنا۔

اوّل میں تو اس کا سامان جمع کرنے میں اصغری کے دس روپے خرچ ہوئے لیکن پھر تو اسی کام سے بچت ہونے لگی جو کام لڑکیاں بناتیں دیانت اس کو چپکے سے بازار میں لگا آتی۔ اور اس طور سے رفتہ رفتہ مکتب کی ایک بڑی رقم جمع ہوگئی۔

جو لڑکی غریب ہوتی اسی رقم سے اس کے کپڑے بنائے جاتے۔ کتاب مول لے دی جاتی۔

لڑکیوں کے پانی پلانے اور پنکھا جھلنے کے واسطے خاص ایک عورت نوکر تھی اور مکتب کی رقم سے اس کو تنخواہ ملتی تھی۔

لڑکیوں کا یہ حال تھا کہ اور استانیوں کے پاس جاتے ہوئے ان کا دم فنا ہوتا تھا لیکن اصغری کی شاگردیں اس پر عاشق تھیں۔ ابھی سو کر نہیں اٹھی کہ لڑکیاں خود بخود آنی شروع ہوئیں اور پہر رات گئے تک جمع رہتی تھیں اور مشکل سے جاتی تھیں اس واسطے کہ اصغری سب کے

ساتھ دل سے محبت کرتی تھی اور پڑھانے کا طریقہ ایسا اچھا تھا کہ باتوں میں تعلیم ہوتی تھی نہ یہ کہ صبح سے ریں ریں کا چرخہ جو چلا تو دن چھپے تک بند نہیں ہوتا۔

جس طرح اصغری کو اُس کے باپ نے پڑھایا تھا اسی طرح اصغری اپنے شاگردوں کو پڑھاتی تھی۔ پس یہ لڑکیاں شاگرد کی شاگرد اور سہیلی کی سہیلی تھیں۔

جب کسی لڑکی کا بیاہ ہوا مکتب کی رقم سے اُس کو تھوڑا بہت زیور چڑھایا جاتا تھا۔

اگر اصغری اپنے مکتب کو بڑھانا چاہتی تو تمام شہر کے مکتب اجاڑ ہو جاتے۔ سیکڑوں عورتیں اپنی لڑکیوں کے واسطے خوشامد کرتی تھیں اور خود لڑکیاں دَوڑ دوڑ آتی تھیں۔ اس واسطے کہ اور مکتبوں میں دن بھر کی قید، استانیوں کی سختی۔ پڑھنا کم۔ مار کھانا اور کام کرنا بہت۔ دن بھر میں پڑھے تو صرف دو حرف۔ صبح شام تو معمولی مار اور جہاں چپ کی اور اُستانی جی کی نظر پڑگئی۔ آفت آئی۔

اور کام کو پوچھو تو صبح آتے کے ساتھ گھر میں جھاڑو دی۔ اُستانی جی اور اُستاد جی اور دس بارہ خلیفہ جی بلکہ پڑوسیوں تک کے بچھونے تہ کئے اور چار چار پانچ پانچ نے مل کر کمبخت بھاری بوجھل چارپائیاں اٹھائیں۔ پھر دو چار کی جو جلد شامت آئی تو سپارہ لیکر بیٹھیں۔ منھ

سے آواز نکلی اور اُستانی جی نے بنیٹھی پھیکنی شروع کی۔ اور دو چار جو کسی اچھے کا منھ دیکھ کر اُٹھی تھیں۔ کام دھندے میں لگ گئیں کسی نے اُستانی جی کے لڑکے کو گود میں لیا۔ بوجھ کے مارے کولا ٹوٹا جاتا تھا لیکن مار کے ڈر سے گردن پر بلا سوار ہے اور دقت ٹالتی پھرتی ہیں پٹتی ہوئی لڑکیوں کی آواز کان میں چلی آرہی ہے۔ دل ہے کہ اندر ہی اندر سہما جاتا ہے۔ اس عذاب سے یہ مصیبت غنیمت معلوم ہوتی ہے کسی نے رات کے جھوٹے برتن مانجنے شروع کئے۔ گٹے پڑ پڑ گئے ہیں اور کندھے رہ رہ جاتے ہیں لیکن چھوٹی بہن پٹ رہی ہے اور چلا رہی ہے "اچھی اُستانی جی میں مرگئی۔ اچھی میں تم پر واری گئی۔ اچھی خدا کے لیے اچھی رسولؐ کے لیے۔ اچھی میں خلیفہ جی کی لونڈی ہو گئی ہائے رے ہائے رے، ہائے رے۔ اوئی اماں، اوئی آپا۔ اور آپا ہیں کہ جھائیں جھائیں جلدی جلدی برتن مانجھ رہی ہیں۔ ان کاموں سے فراغت ہوئی تو مصالحہ پیسنے، آٹا گوندھنے آگ سلگانے گوشت گھارنے کا وقت آیا۔ پھر دوپہر کو اُستانی جی ہیں کہ سو رہی ہیں اور معصوم بچے پنکھا جھل رہے ہیں اور دل میں دُعا مانگ رہے ہیں۔ "الٰہی ایسی سوئیں کہ پھر نہ اٹھیں۔

غرض اور مکتبوں میں یہ مصیبت رہتی ہے۔ اصغری کے یہاں نہ مار نہ دھاڑ۔ بڑا ڈراوا یہ تھا کہ سنو بوا، تم سبق یاد نہیں کرتیں

تمھارے سبب سے ہمارے مکتب کا نام بد ہوتا ہے۔ میں تمھاری آماں جان کو بلا کر کہہ دوں گی کہ "بی! تمھاری لڑکی یہاں نہیں پڑھتی اس کو تم کسی دوسری اُستانی کے پاس بٹھاؤ۔"

اتنا کہنا کہ لڑکی کا دَم فنا ہوا۔ پھر سبق ہے کہ نوک زبان یاد ہے۔

یا جس نے سبق یاد نہیں کیا۔ اُس سے کہا گیا کہ "بوا! آج تم نے سبق یاد نہیں کیا۔ اور لڑکیاں تو دوپہر کے بعد سنیں گی اور تم پڑھنا۔

یہ کہنا تھا کہ اُس نے جلدی جلدی سبق حفظ کیا۔

مکتب میں محمودہ اور حسن آرا دو خلیفہ تھیں۔

نہ یہاں جھاڑو دینی ہے نہ بچھونے نہ چارپائیاں ڈھونی ہیں نہ برتن مانجھنے ہیں نہ خلیفاؤں کو لادے لادے پھرنا ہے بلکہ خود لڑکیوں پر ایک عورت نوکر تھی۔

محنت اور آرام، پڑھنا لکھنا سینا تین کام خوب شوق سے لڑکیاں تعلیم پاتی تھیں۔

اس مقام پر مکتب کی ایک حکایت لکھی جاتی ہے جس سے اصغری کا طرز تعلیم مختصر طور پر معلوم ہو جائے گا۔

CH. 21

حکایت

سفیہن ایک عورت تھی اور فضیلت اس کی بیٹی کوئی دس برس کی

ہوگی۔ فضیلت کو خود بخود پڑھنے لکھنے اور سینے پرونے کا شوق تھا۔

سفیہن یہ چاہتی تھی کہ فضیلت تمام گھر میں جھاڑو دے، لیپے پوتے برتن مانجے، ایسے کاموں میں فضیلت کا دل نہ لگتا۔ ماں کے کہے سُنے کر تو دیتی مگر وہی بے دلی سے۔

سفیہن جو ایک دن فضیلت پر ناخوش ہوئی تو ساتھ لے جا کر اصغری کے مکتب میں بٹھا آئی اور کہا کہ استانی جی یہ لڑکی بڑی نکمی ہے۔ جس کام کو کہتی ہوں ٹکا سا جواب دیدیتی ہے۔ اس کو ایسا ادب دو کہ گھر کے کام پر اس کا جی لگے۔

اصغری نے جو دیکھا تو فضیلت کو اپنے ڈھب کا پایا۔ اِدھر فضیلت کو اپنی مرضی کی اُستانی ملی۔

نور کے تڑکے آتی تو دوپہر کو کھانا کھانے جاتی۔ کھانا کھایا اور پھر بھاگی۔ پانی مکتب میں آکر پیتی۔ اور تیسرے پہر کی آئی آئی چار گھڑی رات گئے جاتی۔

کبھی کبھی سفیہن اس کی خبر لینے مکتب میں آئی تو کئی دفعہ اس کو لڑکیوں کے ساتھ گڑیاں کھیلتے دیکھا۔ دو چار دفعہ ہنڈکلھیا پکاتے۔

ایک دن چار گھڑی رات ہوگئی ہوگی۔ فضیلت کو جانے میں دیر ہوئی سفیہن اُس کو لینے آئی تو کیا دیکھتی ہے کہ محمودہ کہانیاں کہہ رہی ہے اور مکتب کی سب لڑکیاں آس پاس بیٹھی ہیں اور خود اُستانی جی بھی